یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے

شہید سید ثمر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

سانحہ مسجد الخیر ممتاز آباد ملتان کے ایک شہید کا تذکرہ

۲۱ ستمبر کو نمازِ ظہر کے بعد میں دارِ بنی ہاشم پہنچا تو سید ثمر علی شاہ صاحب مسجد سے باہر آرہے تھے۔ سلام و دعا کے بعد خیریت معلوم کی تو انہوں نے حسبِ معمول مسکرا مسکرا کر دو تین جملے کہے۔

میں: شاہ جی آپ کیسے ہیں؟

شاہ جی: اللہ کا احسان ہے۔

میں: مسجد کا پنکھا درست کر دیا؟

شاہ جی: بالکل ٹھیک، "چوکس" ("چوکس" تکیہ کلام تھا)

اتنی مختصر ملاقات اور اتنی مختصر گفتگو.....پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ ہماری شاہ جی سے آخری ملاقات تھی۔ آج دارِ بنی ہاشم کی مسجد میں نمازِ ظہر کی امامت بھی شاہ جی نے کرائی تھی۔

صرف ایک دن کے وقفہ کے بعد ۲۳ ستمبر پیر کی صبح نماز فجر کے بعد ایک عزیز نے فون پر اطلاع دی کہ "مسجد الخیر" ممتاز آباد میں فجر کی نماز میں چند بد بخت دہشت گردوں نے نمازیوں پر فائرنگ کردی۔ جس کے نتیجہ میں کئی نمازی شہید ہوگئے ہیں اور بہت سے شدید زخمی ہیں۔ "اپنے" سید ثمر علی شاہ بھی شہید ہوگئے ہیں!

اس سانحہ کی اچانک خبر ملنے پر میں غم و یاس کی عجیب کیفیتوں میں ڈوب ڈوب گیا۔ یا اللہ! ہم پر رحم فرما، ہم تیرے عاجز بندے ہیں۔ تیرے نام پر حاصل کی گئی دھرتی پر، تیرے ہی شاکر بندوں پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ ظالموں کے دن کب پورے ہوں گے؟ پھر شاہ جی کا ہنستا مسکراتا چہرہ میرے سامنے تھا۔ ۳۰ برسوں کا مشاہدہ، شاہ جی کی محبت، اخلاص اور وفا و ایثار کے ان گنت واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں گھومنے لگے۔ شہید سید ثمر علی شاہ وفاء و مروت کے پیکر تھے۔ میں نے ہوش سنبھالا تو انہیں اپنے ماحول میں موجود پایا۔ پتلے دبلے، متشرع شکل و صورت، پابند صوم و صلوٰۃ، دینی اعمال کی انجام دہی میں ذوق و شوق، چاق و چوبند، بیدار شخصیت۔ جو اپنے اندر بے پناہ خوبیوں کو سموئے ہوئے تھے۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے تعلق قائم ہو گیا۔ ایسا تعلق کہ حضرت امیر شریعت کی وفات کے ۳۵ برس بعد اپنی شہادت تک اسے نبھایا۔ ان کی محبت و شفقت اور اخلاص میں فرق نہ آیا۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے الیکٹریشن تھے۔ دینی اجتماعات، جلسوں اور جلوسوں میں ہمیشہ اسٹیج پر نظر آتے۔ کیونکہ لاؤڈ سپیکر کا انتظام انہی کے سپرد ہوتا۔

شہید سید ثمر علی شاہ رحمہ اللہ نے اکابرِ احرار اور دیگر بزرگوں کو نہایت قریب سے دیکھا تھا۔ ذاتی یاداشتوں کا ایک وسیع ذخیرہ تھا۔ کبھی طبیعت کھلتی تو بہت سے واقعات سناتے۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ حضرت امیرِ شریعت مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ غالباً ۱۹۵۰ء میں سبّی اور بلوچستان کے دیگر شہروں کا دورہ کیا تو مجھے ساتھ لے گئے۔ اور فرمایا کہ اپنا لاؤڈ سپیکر ساتھ لے کر چلنا ہے۔ چنانچہ سبّی کے جلسہ میں جو لاؤڈ سپیکر استعمال ہوا وہ میں ساتھ لے کر گیا تھا۔ ہمارے گھروں میں بجلی کا تمام کام انہی کے ہاتھ سے ہوا۔ ملتان کے تمام بڑے مدارس اور مساجد میں بجلی کا کام وہی کرتے۔ انکی دیانت پر احباب کو بڑا اعتماد اور ناز تھا۔

علماء سے تعلق، اور ان کی خدمت ان کی مجالس میں بیٹھنا ان کی زندگی کا اہم گوشہ تھا۔ استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت تھی۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ جامعہ خیر المدارس میں صدر مدرس تھے اور گھر سے مدرسہ تک سائیکل پر آیا کرتے۔ جب ضعیف ہوگئے تو سائیکل چلانا چھوڑ دی۔ تب سید ثمر علی شاہ اپنی ففٹی ہنڈا موٹر سائیکل پر علی الصبح گھر سے مدرسہ چھوڑنے آتے اور عصر کے قریب مدرسہ سے مسجد سراجاں حسین آگاہی لے جاتے۔ جہاں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ عشاء تک طلباء کو قرآن کریم پڑھاتے۔ جب تک قاری صاحب زندہ رہے شاہ جی اپنے اس معمول پر سختی سے کاربند رہے۔ رمضان المبارک میں اسی مسجد سراجاں میں سحر و افطار کا بندوبست کرنا اور نمازیوں کی خدمت کرنا، ۴۵ برس سے ان کا معمول تھا دن میں مزدوری کرتے اور فارغ ہو کر مسجد سراجاں آجاتے۔ مسجد ہی انکے رابطہ کی جگہ تھی۔ جو نمازیں مسجد سراجاں میں ملتیں اذان و اقامت کا فریضہ سر انجام دیتے، ہمیشہ پہلی صف میں ہوتے، بڑے اجتماعات میں مکبّر کی ڈیوٹی انجام دیتے۔ آواز بلند اور تیز تھی جو بغیر سپیکر کے دور تک پہنچتی۔

صبح کی نماز مسجد الخیر میں اداء کرتے کہ اسی علاقہ میں رہائش تھی۔ شہادت کے روز فجر کی اذان اور تکبیر انہوں نے کہی مسجد کے صحن میں نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو انکا بھانجا الطاف انکے قریب ہی کھڑا تھا۔ امام صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع کی اور "مالک یوم الدین" تک پہنچے تھے کہ دہشت گردوں نے عقب سے فائرنگ کردی۔ فائرنگ کے پہلے راؤنڈ کے بعد سید ثمر علی شاہ صاحب بھی دیگر نمازیوں کی طرح زخمی ہو کر گر گئے لیکن بھانجے کو مسجد کے ہال میں اندر جانے کا اشارہ کیا پھر اسے پوری قوت سے اندر دھکیلنے کی کوشش کی۔

ثمر علی شاہ جی کے ایک دوست حافظ خالد نے بتایا کہ:

"شاہ جی فائرنگ سے زخمی ہوئے تو کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے انہیں دلاسہ دیا تو کہنے لگے مجھے لگتا ہے میں خالقِ حقیقی کے پاس جارہا ہوں۔"

شاہ جی کے بیٹے سید عثمان علی نے بتایا:

"انکے ہمسایوں نے انہیں مسجد میں فائرنگ کی اطلاع دی۔ میں فوراً دوڑ کر مسجد پہنچا تو ابا جی شدید زخمی

تھے۔ ان کے گردے بری طرح چھلنی ہوچکے تھے۔ اور بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ میں نے دو مرتبہ ابا کو بلانا چاہا تو دونوں مرتبہ "ہوں" کہا پھر نہیں بولے اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے۔"

شاہ جی تہجد گزار اور پاکباز انسان تھے۔ روزانہ کئی احباب کے گھروں کی گھنٹیاں بجا کر نمازِ فجر کے لئے انہیں جگاتے۔

نمازِ جمعہ مسجد سراجاں میں اوّل وقت پڑھ کر دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی تشریف لے آتے یہ تقریباً ۴ کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ یہاں حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی تقریر سنتے اور نماز کے وقت گیٹ پر نگرانی کرتے۔ یہ کئی برس سے انکا معمول تھا۔ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ربوہ میں دو سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ ایک ۱۲ ربیع الاوّل کو اور دوسرا مارچ میں شہداءِ ختم نبوت کانفرنس۔ شاہ جی دونوں اجتماعات میں باقاعدگی سے شریک ہوتے۔ اس مرتبہ ربیع الاوّل کے جلسہ میں وہ بروقت اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے جس کا انہیں بہت قلق تھا۔ ۱۰ محرم کو دارِ بنی ہاشم میں منعقدہ مجلس ذکر حسین میں بھی اپنی ذمہ داریاں بغیر کہے خود ہی سرانجام دیتے ہیں۔

۲۳ ستمبر کو نمازِ عصر کے بعد ممتاز آباد میں گیارہ شہداء کے اجتماعی جنازے پڑھے گئے۔ حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس موقع پر سپیکر خراب ہوا تو سید ثمر علی شاہ شہید بہت لوگوں کو یاد آئے کہ ایسے مواقع پر تمام انتظامات انہی کے سپرد ہوتے تھے۔

شاہ جی کے والد ماجد کا نام سید نذیر علی شاہ تھا۔ اور انکے تین بیٹے تھے (۱) سید احسان علی شاہ (۲) سید ثمر علی شاہ (۳) سید ناظر علی شاہ۔ تقسیم سے قبل سونی پت انڈیا میں قیام پذیر تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پہلے سرگودھا آئے اور پھر ملتان آگئے۔ یہاں حسین آگاہی بازار میں تاج الیکٹرک سنٹر پر ملازمت اختیار کر لی۔ لوہاری گیٹ میں رہائش تھی۔ مگر ۱۹۷۰ء میں ممتاز آباد کے علاقہ میں منتقل ہوگئے۔ شہید سید ثمر علی شاہ رحمہ اللہ کی عمر ۶۵ برس تھی۔ تین بیٹے ہیں (۱) سید فاروق علی (۲) سید عثمان علی (۳) سید محمد علی۔ دو بیٹیاں ہیں۔ کل پانچ بچے ہیں۔ دو بیٹے حافظ قرآن ہیں۔

شاہ جی شہید کے بھتیجے اور بڑے بھائی سید احسان علی شاہ صاحب کے فرزند سید عدنان علی شاہ نے بتایا کہ شاہ جی کی شہادت کے بعد ان کی جیب سے ایک کاغذ ملا جس پر ان کے ہاتھ سے دو اشعار لکھے ہوئے تھے۔ یہ اشعار برصغیر کے معروف انقلابی شاعر اور مجلس احرار اسلام کے رہنما علامہ انور صابری مرحوم کے ہیں۔ شاہ جی نے کہیں پڑھے اور نقل کر لئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ اشعار انکی شہادت کی خبر دیتے ہیں۔

ذیل کے اشعار ہیں شاہ جی شہید نے تمام شہداء کی طرف سے پیغام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انکی شہادت قبول فرمائے (آمین)